# چوتھی صدی ہجری کا شہرہ آفاق شاعر

# ابوالطیب المتنبی

مسعود انور علوی

(۴)

## سیف الدولہ کی معیت میں

متنبی ابوالعشائر کے پاس مقیم تھا کہ ۳۳۷ھ میں خاندان بنی حمدان کا مشہور بادشاہ ابوالحسن علی بن عبداللہ الملقب بہ سیف الدولہ ابوالعشائر کے پاس آیا۔ متنبی سے ملاقات ہوئی جس نے اس کی شان میں تین بے مثل قصائد کہے۔ سیف الدولہ اس درجہ اس کا گرویدہ ہوگیا تھا کہ جب اس نے متنبی سے حلب چلنے کو کہا تو اس نے شرائط رکھیں۔ جن کو سیف الدولہ نے مان لیا۔[1] واشترط المتنبی علی سیف الدولۃ اول اتصالہ بہ انہ اذا انشدہ مدیحہ لا ینشدہ الا وھو قاعد۔ وانہ لا یکلف تقبیل الارض بین یدیہ فنسب الی الجنون ودخل سیف الدولۃ

---

[1] الصبح المنبی ص۵۱ ۔ تاریخ الادب العربی عمر فروخ صفحہ ۴۶۰
ذکری ابی الطیب صفحہ ۱۰۷۔

تحت ھٰذہ الشروط - چنانچہ متنبی جب تک سیف الدولہ کے دربار میں رہا ہمیشہ قصیدہ بیٹھ کر پڑھا اور اس کے روبرو زمین بوس کبھی نہ کی۔

سیف الدولہ اپنے زمانہ کا بڑا عظیم الشان بادشاہ تھا جس نے ۳۳۳ھ سے ۳۵۶ھ تا وفات حلب کے پورے صوبہ کا میابی سے حکومت کی اور بڑی ہوشمندی تدبر اور عزم مستحکم سے غزوات روم کے چالیس خوں ریز محاربوں میں حصہ لیا۔ وہ بذات خود ایک بلند پایہ نکتہ سنج ادیب و اعلیٰ ناقد تھا۔ ابو الفرج اصفہانی، ابن خالویہ قاضی التنوخی، کشاجم اور ابو فراس حمدانی جس کی قابلیت کا انوری جیسے شاعر نے باین الفاظ اقرار کیا ہے ۔

شاعری دانی کدامیں قوم کردند آں کہ بود

ابتداشاں امرؤالقیس انتہا شاں بو فراس

اس کے سایۂ عاطفت میں تھے ان کی شاعری و صلاحیتوں کی دھوم مچی تھی مگر متنبی کے آجانے سے تو ایسا لگا گویا ۔

صحنِ چمن کو اپنی بہاروں پہ ناز تھا

وہ آگئے تو ساری بہاروں پہ چھا گئے

یہ امتیاز بھی سیف الدولہ کو حاصل ہے کہ متنبی نے جتنے قصائد اس کی شان میں لکھے کسی بادشاہ کے لیے نہ لکھے صحب ابو الطیب بسیف الدولۃ ثمانی سنوات نظم فیھا ۱۵۱۲ بیتا فی ۳۸ قصیدۃ و ۳۱ قطعۃ ۔ ومن ھٰذا اربع عشرۃ قصیدۃ فی وقائع الروم واربع فی وقائعہ مع القبائل العربیۃ وخمس عشرۃ فی الملاح دون وصف الوقائع وخمس فی الرثاء ومن القطع أثنتان فی حوادث الروم وغیرھا فی مقاصد مختلفۃ[1] ۔ وہ سیف الدولہ کے

---

[1] ذکری ابی الطیب بعد الف عام صفحہ ۱۰۷ ۔

سال ۹ مسال سہا جس میں اس نے ۳۸ قصائد اور ۳۱ قطعات میں ۱۵۱۲ اشعار منظوم کئے جو میں ۱۴ اہل روم سے معرکہ آرائیوں کے بارے میں ۴ اندرون ملک کے قبائل سے جنگ کے متعلق ۵ قصائد محامد سیف الدولہ کے بیان میں جنگوں کے بیان کے علاوہ ۵ مراثی میں اور ۲ حوادث کے بارے میں اور بقیہ مختلف مقاصد کے بیان میں ہیں۔

اس نے سیف الدولہ سے ملاقات کے بعد ہی پہلا قصیدہ کہا۔

وفاؤکما کالربع اشجاہ طاسمہ بان تسعدا والدمع اشفاہ ساجمہ

تم دونوں کی وفا میرے رونے میں مددگار ثابت ہونے میں اس منزل محبوبہ کی طرح ہے جیسا ان کھنڈرات نے مجھے رلایا ہے ایسے ہی تمہارے ساتھ رونے نے مجھے شفا ہوئی ہے۔

سیف الدولہ اس سے بہت راضی وخوش رہتا، اس نے اس کو فنون سپہ گری اور شہسواری کی تعلیم بھی دلوائی۔ اس میں شک نہیں کہ متنبی نے اپنے قصائد کے ذریعہ سیف الدولہ کو زندہ، جاوید کر دیا۔ اس کے تمام قصائد اس کے کمال شاعری کے مکمل آئینہ دار ہیں۔ وہ ۸ یا ۹ سال بڑی شان وشوکت کے ساتھ دربار سے وابستہ رہا۔ مگر وائے قسمت کہ ۳۴۶ھ میں وہاں سے بھی مجبوراً روانہ ہونا پڑا۔

متنبی کے آجانے سے تمام درباری شعراء کے بازار سرد پڑ گئے چنانچہ وہ لوگ ہمہ وقت اسے سیف الدولہ کی نظروں سے گرانے کی فکر میں رہتے۔ اور کچھ متنبی کی افتاد طبع، انانیت اور بے باکی بھی اس کو لے ڈوبی۔ وہ اپنے کلام کے ذریعہ برابر دوسروں کی تحقیر وتذلیل اور ان کی شاعری و ذاتیات پر حملے کرتا رہا۔ مثلاً!

فیشتاد حاسدہ ان یشحوا — علی نظری الیہ وان یذ مہا
فانی قد وصلت الی مکان — علیہ تحسد الحدق القلوب

حاسدوں کے لئے یہ بات قابل معافی ہے کہ وہ اپنی نظروں سے ممدوح کی مجھ پر کرم گستریوں کو دیکھتے رہیں اور اس غم میں گھلتے رہیں کہ میں ایک ایسے مقام پر پہنچ چکا ہوں جہاں دل آنکھوں پر حسد کرتے ہیں۔

ودع کل صوت غیر صوتی فاننی — انا الطائر المحکی والآخر الصدی

میری آواز کے علاوہ تمام آوازیں فراموش کردے کیونکہ میں ہی وہ پرندہ ہوں جس کی آواز نقل کی جاتی ہے اور بقیہ کی آواز صدائے بازگشت سے زیادہ نہیں۔

ایک مقام پر شعراء کو للکار رہا ہے ؎

افی کل یوم تحت ضبنی شویعر — ضعیف یقاوینی قصیر یطاول
لسانی بنطقی صامت عنہ عادل — وقلبی بصمتی ضاحک منہ هازل

کیا یہ خودساختہ شاعر جن کو میں چاہوں تو بغل میں دبالوں روزانہ میرا مقابلہ کرتے رہیں گے اور چھوٹے ہونے کے باوجود بلندی میں مقابلہ کریں گے۔ میری زبان باوجود قوت گویائی کے ان کی ہجو کہنے سے خاموش ہے اور میرا دل باوجود خاموشی کے اس کی حماقت پر ہنسی اڑا رہا ہے۔

حاسدین برابر سیف الدولہ کے اس کے خلاف کان بھرتے رہے اور وہ اپنے قصائد کے ذریعہ اس کا ازالہ کرتا رہا اور ان کو مزید مخالفت پر ابھارتا رہا۔ بالآخر یہ لاوا ایک دن پھوٹ پڑا کہ ابو عبداللہ بن خالویہ اور ابوالطیب نحوی

کے درمیان گرما گرم بحث چھڑ گئی۔ سیف الدولہ نے بوالمتنبی کے ساتھ سوقعہ واردات پر موجود تھا اور خاموشی سے سن رہا تھا کچھ بولنے کو کہا متنبی جب بھلا تو وہ ایسی بات تھی کہ ابن خالویہ کی دلیل کمزور پڑ رہی تھی اور اس کی ہار ہو رہی تھی وہ سیف الدولہ کا استاد تھا اسے بھلا کب گوارا ہوتا متنبی سے الجھ پڑا اور برا بھلا کہنا شروع کیا متنبی نے جواباً زجر کرتے ہوئے کہا۔ اُسکُت ویحك فانك اعجمی واصلك خوذی فمالك وللعربیة ۔ خاموش رہ تیرا برا ہو تو عجمی ہے جس کی اصل خوزستان سے ہے تیرا اور ایک عربی کا بھلا کیا مقابلہ۔ ابن خالویہ کو طیش آگیا اور کنجی کا گچھا نکال کر اس زور سے متنبی کے منہ پر مارا کہ اس کا تمام چہرہ لہولہان ہو گیا اور سیف الدولہ یہ سب دیکھتا رہا![1] متنبی کو اس بے اعتنائی سے سخت قلبی صدمہ ہوا اور وہ سیف الدولہ سے مایوس ہو گیا اور معرۃ النعمان جانے کے بہانے سے وہاں سے چلا آیا۔ اس طرح اس کا سنہرا دور ختم ہو گیا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ آیا متنبی نے سیف الدولہ کا نام بلند کیا یا سیف الدولہ نے متنبی کا، بہر حال متنبی کی شہرت زمانہ سیف الدولہ کی ملاقات سے پہلے بھی تھی لیکن بہر حال اس کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ متنبی کے قصائد نے سیف الدولہ کو شہرت کی بلندیوں پر پہونچا دیا اور رہتی دنیا تک تاریخ عالم پر اس کے نام و کارناموں کو درخشاں و تابندہ و پائندہ کر دیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول گرامی یاد آرہا ہے جو انھوں نے حضرت کعب رضؓ ابن زبیر سے فرمایا تھا۔ "وہ قبائیں کیا ہوئیں جو ہرم بن سنان

---

۱۔ الصبح المنبی عن حیثیۃ المتنبی صفحہ ۸۷۔

Library

نے تمھارے باپ کو بطور عطیات پہنائی تھیں انھوں نے جواب دیا کہ زمانہ ان کو پہناکر کے اتار چکا۔ فرمایا لیکن تمھارے باپ نے ہم کو جو قبائیں بصورت قصائد پہنائیں انھیں زمانہ پرانا نہ کرسکا۔

یہ بالکل درست ہے کہ متنبی کی جدائی کے بعد نہ تو سیف الدولہ ہی چمکا اور نہ متنبی کو ہی وہ فروغ حاصل ہوا۔ گویا دونوں ایک دوسرے کے لئے پیدا کیے گئے تھے جب تک یکجا رہے درخشاں و تابندہ رہے اور جب الگ ہوئے تو دونوں کی چمک دمک غائب ہو گئی۔ سیف الدولہ نے اس عرصہ میں متنبی کو تقریباً ۳۵ ہزار دینار انعام دیے۔

## کافور کے پاس

متنبی حلب سے روانہ ہو کر گھومتا پھرتا جمادی الاولیٰ ۳۴۶ھ میں کافور الاخشیدی کے پاس مصر پہونچا اور ساڑھے چار سال کے قریب یعنی ذی الحجہ ۳۵۰ھ تک وہاں رہا۔ کافور علم دوست اور علماء و فضلاء کا قدرداں تھا۔ اس کا وزیر ابن الفرات ایک زبردست عالم اور ادیب تھا۔ ابو جعفر مسلم بن عبید العلوی کا قول ہے ما رایت اکرم من کافور۔ میں نے کافور سے زیادہ کریم النفس نہیں دیکھا۔

کافور نے مصر پر ۲۲ سال حکومت کر کے ۳۵۶ھ میں انتقال کیا۔ متنبی نے سب سے پہلا قصیدہ ؎

کفی بک داءً ان تری الموت شافیا
وحسب المنایا ان یکن امانیا

پڑھا۔ تیرے لئے یہی بیماری کافی ہے کہ تو موت کو شافی سمجھنے لگے اور موتوں کے لئے یہ مناسب ہے کہ وہ آرزوئیں ہو جائیں۔

اس نے آخری قصیدہ شوال ۳۴۹ھ میں کہا اور باقی ایک سال دو ماہ

کوئی قصیدہ نہ کہا۔ ؎

منیٰ کن لی ان البیاض خضاب	فیخفی تبییض القرون شباب

مجھے اس بات کی آرزو تھی کہ بالوں کی سفیدی بمنزلہ خضاب کے ہو جائے یعنی بسبب سفید ہونے کے رنگ سیاہ بالوں کا چھپ جائے گا۔

اس سے شاعری میں جدت و ندرت کا پتہ چلتا ہے کافور نے شروع میں اس کی بڑی پذیرائی کی اور اس کو یقین دلایا کہ وہ اس کو کسی صوبہ کا گورنر بنا دے گا جس کی وجہ سے اس نے بڑھ بڑھ کر اس کی مدح کی مگر جب مطلب برآری نہ ہوئی تو صاف صاف کہنا پڑا۔ ؎

اذا کنت فی شک من السیف فابلہ	فاما تنفیہ و اما تعدہ

وما الصارم الہندی الا کغیرہ	اذا لم یفارقہ النجاد و غمدہ

اے کافور اگر تمہیں کسی تلوار کے بارے میں یہ شک ہو کہ آیا وہ کاٹ سکتی ہے یا نہیں تو اسے آزما کر دیکھو اگر وہ ناکارہ ہو تو اسے پھینک دو اور کارآمد ہو تو اسے اپنے بچاؤ کے لئے رکھ لو۔

اگر تلوار اور پرتلہ میان سے جدا نہ ہو یعنی تلوار استعمال نہ کی جائے تو ہندی کاٹنے والی تلوار اور دوسری تلواروں میں کوئی فرق نہیں۔

ایک اور شعر میں کہتا ہے:

وما رغبتی فی عسجد استفیدہ	ولکنہا فی مفخر استجدہ

میرے لئے سونے چاندی میں رغبت نہیں کہ میں اس کو کماؤں بلکہ مجھے تو ایسا عہدہ چاہیئے جس پر میں فخر کر سکوں۔

ایک اور مقام پر کافور سے کہتا ہے جس سے اس کی انانیت [illegible]

وفی الناس من یرضی بمیسور عیشہ | ومرکوبہ رجلاہ والثوب جلدہ
ولکن قلبی بین جنبی ماله | مدی ینتھی بی فی مراد احدہ
یری جسمہ یکسی شفوفا تربہ | فیختار ان یکسی دروعا تھدہ

لوگوں میں بہت سے ایسے بھی ہیں کہ وہ آسان اور کمتر زندگی پر [illegible] خوش ہیں حالانکہ ان کی سواری ان کے دونوں پیر اور ان کی پوشاک ان کی کھال ہے۔

لیکن میرا دل جو میرے پہلوؤں کے بیچ ہے کے لئے کوئی ایسی حد نہیں جہاں تک مجھ کو پہنچائے یعنی اگر میں دل کے لئے کوئی حد مقرر کرتا ہوں تو وہ اس سے بھی آگے بڑھ جانا چاہتا ہے۔

وہ دل اپنے جسم کو دیکھتا کہ اسے باریک نرم کپڑے پہنائے جاتے ہیں جو اس کو آرام دیتے ہیں مگر وہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کو سخت زرہیں پہنائی جائیں جو جسم کو تکلیف دیں۔ محنت و جفاکشی کی تعریف کر رہا ہے۔

ابا المسک هل فی الکاس فضل انالہ | فانی اغنی منذ حین وتشرب
وهبت علی مقدار کفی زماننا | ونفسی علی مقدار کفیک تطلب
اذا لم تنط بی ضیعۃ او ولایۃ | فجودک یکسونی وشغلک یسلب

اے ابو المسک (کافور) کیا جام میں کچھ بچا کر میں : سے پیوں کیوں کہ میں عرصہ سے گا رہا ہوں (تیری تعریف کر رہا ہوں) اور تو جام پر جام چڑھا رہا ہے۔ تو نے زمانہ کے دستور کے مطابق مجھ بخشش کی ہے لیکن میرا دل تیرے سخی ہاتھوں کی مقدار پر بخشش و عطا کا

طالب ہے۔ جب تک کہ تو مجھے کسی علاقے کی گورنری نہ بخشے گا اس وقت تک مجھے آرام نہ ملے گا۔ تیری بخشش کبھی مجھے پوشش پہنائے گی مگر کبھی بے توجہی مجھ سے اسے چھین لے گی۔

کافور نے ان تمام باتوں پر جواب دیا

انت فی حال الفقر وسوء الحال وعدم المعین سمت نفسك الی النبوة فان اصبت ولایة وصار لك اتباع فمن یطیقك [1]

تمہاری مفلسی، بدحالی اور بے نوائی کے زمانہ میں تمہارے نفس کی پرواز نبوت تک پہنچی اب اگر تمہیں کہیں کی گورنری حاصل ہو جائے اور تمہارے کچھ پیروکار ہو جائیں تو تم سے مقابلہ کی طاقت کس کو ہو سکتی ہے۔

**کافور سے جدائی** جب کسی طرح سے مطلب برآری نہ ہو سکی تو ربیع الاول ۳۵۱ھ میں سیاسی قید وبند سے گلوخلاصی حاصل کر کے چھپتا چھپاتا، دشت وصحرا عبور کرتا کوفہ جا پہنچا۔ وہاں پہونچ کر اس نے خوب جی کھول کر کافور کی ہجو کی۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نے کافور کی مدح کے مقابلہ میں ہجو نہایت تلخ کہی۔ ابوشجاع فاتک کے مرثیہ میں کہہ رہا ہے ؎

ایموت مثل ابی شجاع فاتك ویعیش حاسده الحفی الاوكع
ابقیت اکذب کاذب ابقیته واخذت اصدق من یقول ویسمع
وترکت انتن ریحة مذمومة وسلبت اطیب ریحة تتضوع

---

[1] دیوان المتنبی صفحہ ۱۱۲ فی باب وصف کافور

... حجام تاک جیسا مردہ شہر بانٹ [illegible]

[illegible] کافور زندہ رہے۔ اے زمانے تو نے ہم سے [illegible]

سے بڑے جھوٹے (کافور) کو باقدر کمال سب سے [illegible]

کو لے لیا۔ تو نے اس شخص کو جس کی [illegible]

اور اس شخص کو ہم سے چھین لیا جس کی خوشبو [illegible]

من اية الطرق يأتي مثلك الكرم ‏ ‏ ابن المحاجم يا كافور والجلم

سادات كل اناس من نفوسهم ‏ ‏ وسادة المسلمين الاعبد القزم

تیرے جیسے غلام کے پاس کرم اور شرف کس راستے سے آسکتے ہیں تیرے آلات حجامت اور قینچی کہاں گئی۔ تمام لوگوں کے سردار انھیں میں سے ہوتے ہیں مگر مسلمانوں کے سردار ذلیل و خوار غلام ہوتے ہیں۔

وہ ۳۵۱ھ میں کوفہ پہنچا پھر بغداد گیا اور ایک سال رہ کر کوفہ واپس آگیا یہاں آتے ہی سیف الدولہ کا لڑکا تحائف لے کر پہونچا اور اسے حلب آنے کی دعوت دی۔ متنبی نے اظہار تشکر میں ایک مدحیہ قصیدہ روانہ کر دیا۔

ليس الا ك يا على همام ‏ ‏ سيفه دون عرضه مسلول

نغص البعد عنك قرب العطايا ‏ ‏ مرتعي مخصب وجسمي هزيل

ان تبوات غير دنياي دارا ‏ ‏ واتاني نيل فانت المنيل

اے علی (سیف الدولہ) تیرے علاوہ کوئی ایسا بادشاہ نہیں جس کی تلوار ہی اس کی آبرو کی محافظ ہو۔

تجھ سے دوری نے عطایا کو بے مزہ کر دیا۔ ان عطایا کی وجہ سے میری چراگاہ سرسبز ہے لیکن تیری جدائی کی وجہ سے میرا جسم لاغر ہے۔

اگر میں اس دنیا کے علاوہ کہیں جا کر رہوں اور وہاں میرے پاس بخشش آئے تو میں یہی سمجھوں گا کہ دینے والا تو ہے۔

۳۵۳ھ میں خود سیف الدولہ نے اسے خط لکھا کہ وہ اس کے پاس چلا آئے لیکن پھر اس نے جواب میں ایک قصیدہ لکھ کر بھیج دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سیف الدولہ کے دربار میں جانے سے کیوں پہلو تہی کر رہا تھا۔

فہمت الکتاب ابر الکتب فسمعا لامر امیر العرب

وما عاقنی غیر خوف الوشاۃ وان الوشایات طرق الکذب[1]

میں اس خط کے مضمون کو جو تمام خطوط میں بہتر ہے سمجھ گیا۔ میرا سر تسلیم امیر عرب کے حکم کے آگے خم ہے۔

مجھ کو اس کی تعمیل ارشاد سے سوا چغل خوروں کے خوف کے کسی چیز نے نہیں روکا۔ بیشک چغلیاں جھوٹ کی راہیں پیدا کرتی ہیں۔

**ابن العمید کے پاس** وہ شام و مصر اور بغداد وغیرہ میں رہ چکا تھا اور وہاں کے لیل و نہار جھیل چکا تھا چنانچہ وہ مشرقی اسلامی ممالک کی سمت جانا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابن العمید سے جو رکن الدولہ کا وزیر تھا چاہا کہ رابطہ بڑھائے تاکہ اس کے ذریعہ وہ رکن الدولہ تک رسائی حاصل کرے یا اس کے بیٹے عضد الدولہ کے پاس پہونچ جائے۔ چنانچہ وہ ارجان ابن العمید کے پاس چلا گیا۔

صفر ۳۵۴ھ میں وہ ابن العمید کے پاس جا پہونچا جہاں اس کا بڑا پرتپاک خیر مقدم ہوا۔ ابن العمید خود ایک بڑا عظیم انشاء پرداز اور علم دوست تھا جس کے لئے

---

۱۔ ابو الطیب المتنبی صفحہ ۱۶۶

ثعالبی نے لکھا ہے: بدأت الکتابۃ بابن الحمید وختمت بابن العمید کتابت کا آغاز ابن الحمید سے اور اختتام ابن العمید سے ہوا۔ چنانچہ صاحب الصبح المنبی لکھتے ہیں کہ صفر ۳۵۴ھ میں وہ ابن العمید کے پاس ارجان پہونچا اور موقعہ غنیمت جان کر پہلا قصیدہ پڑھا:

بادٍ ھواک صبرت اولم تصبرا
وبکاک ان لم یجر دمعک اوجریٰ

تیری محبت ظاہر ہو کر ہی رہے گی چاہے تو صبر کرے یا نہ کرے اور تیری گریہ وزاری چھپی نہیں رہ سکتی چاہے تیرے آنسو بہیں یا نہ بہیں۔

**عضد الدولہ کے پاس** وہ اپنے ساتھیوں اور نوکروں چاکروں کے ہمراہ دو ماہ ابن العمید کے پاس رہا پھر عضد الدولہ کے پاس جا پہونچا۔ رخصت ہوتے ہوئے ابن العمید کی شان میں تیسرا قصیدہ کہا:

نسیتُ وما انسیٰ عتاباً علی الصدّ
ولاخفراً زادت بہ حمرۃ الخدّ

میں سب کچھ بھول گیا مگر محبوبہ کے اس عتاب کو نہ بھول سکوں گا جو باوجود روگردانی کے اس نے مجھ پر کیا تھا نہ میں اس کی شرم وحیا کو بھول سکا جس سے اس کے رخسار کی سرخی زیادہ ہوگئی۔

---

۱۔ الصبح المنبی ص ۱۲۷

وہ عضد الدولہ کے پاس ۳۵۴ھ میں شیراز پہونچا اور تین ماہ ٹھہرا۔ اس قلیل عرصہ میں اس نے کچھ قصائد اور چند قطعات اس کی مدح میں پیش کئے۔ ایک عضد الدولہ کی پھوپھی کا مرثیہ اور باقی مدحیہ قصائد۔

اس نے پہلا قصیدہ جب پڑھا تو عضد الدولہ نے عود و عنبر و مشک، ریشمی چادریں، مشکی گھوڑا، تقریباً ۵۰۰ دینار کی مالیت کا ایک عمامہ اور ایک ہندی قیمتی تلوار جس کا پرتلہ اور دستہ سونے سے مرصع تھے صلہ میں عطا کیں

ادبدیل من قولتی واها    لمن نات والبدیل ذکراها

اس محبوبہ کی جدائی کے سبب جو دور ہو گئی ہے اب بجائے "چہ خوش" کے بوقت حصول دیدار آہ کہتا ہے اور ہجر کی وجہ سے اس کا بدل اس کا ذکر ہے جو ہمیشہ ورد زبان ہے

اُس نے ایران کی شعب بوان کی بھی جو جنت نشان سمجھی جاتی خوب تعریف کی ہے:

مغانی الشیب طیبا فی المغانی    بمنزلۃ الربیع من الزمن

شعب بوان خوبی و دلکشی میں بہ اعتبار دوسرے منازل کے ایسے ہیں جیسے موسم ربیع (بہار) دل فریبی میں دوسرے زمانوں پر فضیلت رکھتا ہے۔

عضد الدولہ کے دربار میں آکر متنبی کی شاعری میں عیش و نشاط کی لہر آگئی لیکن یہاں بھی وہ نہ رک سکا اور اوائل شعبان ۳۵۴ھ میں عراق کے لئے روانہ ہوا۔ عضد الدولہ نے شیراز سے جانے سے نہ اس کو روکا اور نہ اس کی حفاظت کا کوئی معقول انتظام کیا۔ چنانچہ وہ تین ماہ کے بعد واپسی کا وعدہ کرکے ۸ رمضان ۳۵۴ھ کو عراق لوٹ آیا۔

موت ۔ ۱۵ رمضان میں شہر واسط پہنچ کر اپنے دوست ابونصر محمد جبلی کے پاس ٹھہر گیا۔ ۱۷ رمضان کو واسط سے روانہ ہو کر ۲۷، ۲۸ رمضان کو دیر العاقول کے نزدیک پہنچا تو بدویوں کی ایک جماعت نے فاتک بن ابی الجہل کی سرکردگی میں اس پر حملہ کر دیا اور اس کا سارا مال و متاع لوٹ لیا۔ متنبی اس سے قبل فاتک کے بھانجے ضبہ کی بہت بیہودہ اور ہتک آمیز ہجو کر چکا تھا جس کو وہ اپنے سینہ میں دبائے ہوئے تھا موقعہ ملتے ہی متنبی پر حملہ کر دیا۔ اس کے ہمراہ ۷۰ آدمی تھے اور سب مسلح ہمتنبی کے ہمراہ کل ۶ عدد۔ یہ لوگ بڑی بے جگری سے لڑے بالآخر معہ متنبی ایک ایک کر کے مارے گئے۔ یہ واقعہ ۲۸ رمضان ۳۵۴ھ کا ہے۔ ایک روایت ہے کہ متنبی نے دشمن کی کثیر تعداد دیکھ کر راہ فرار اختیار کرنی چاہی جس پر اس کے غلام نے کہا کیا آپ نے یہ شعر نہیں کہا۔

الخیل واللیل والبیداء تعرفنی
والسیف والرمح والقرطاس والقلم

مجھے گھوڑے۔ راتیں، صحرا، تلوار، نیزے اور کاغذ قلم خوب جانتے ہیں۔

متنبی یہ سن کر پلٹا اور اس بے جگری سے لڑا کہ بالآخر موت سے ہم کنار ہوا، اور اس طرح اس عظیم شاعر نے عمر کی ۵۱ بہاریں دیکھ کر دنیا سے منہ موڑ لیا۔

---